کرونا وائرس کی روک تھام میں دین و ثقافت کا کردار

مؤلف: ڈاکٹر محمد علی ربانی

دوسری عالمی جنگ کے بعد کرونا بیماری پہلا ایسا بحران ہے جو بین الاقوامی شکل اختیار کر چکا ہے اور جس کا مقامی طور پر ملا جلا اثر دیکھنے کو ملا ہے۔ دوسرے بحرانوں کی طرح اس میں بھی سماجی اور تہذیبی پہلو پائے جاتے ہیں جس کی روک تھام کے لئے مختلف اقدامات انجام دئے جارہے ہیں۔ اس طرح کے بحرانوں کے روک تھام کے لئے دینی اور تہذیبی عناصر بہت اہم ہوتے ہیں۔ یہ عناصر ایسے معاشروں میں زیادہ کارگر ثابت ہوتے ہیں جہاں روایتی طرز زندگی پائی جاتی ہے۔ روایتی معاشروں میں دینی اعتقادات زیادہ مستحکم ہوتا ہے اور ایک ساتھ رہنے کا جذبہ لوگوں میں زیادہ پایا جاتا ہے اور یہ سماجی وابستگی کا جذبہ بحران کے کنٹرول میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔ کرونا وائرس اپنے خطرناک اثرات کے علاوہ کچھ پوشیدہ اثرات کا بھی حامل ہے اور ہر معاشرہ نے اپنے دینی اور ثقافتی ڈھانچے کی بنیاد پر اس کا مقابلہ کیا ہے۔ اس مقالہ میں ہم اس بات کو بتانے کی کوشش کریں گے کہ کس طرح ثقافت اور مذہب، معاشرہ کو مضبوطی عطا کرنے والے عناصر کی حیثیت سے، اس بیماری کی روک تھام میں مثبت کردار ادا کرسکتے ہیں۔

سیلاب، زلزلہ اور جنگ جیسی مصیبتوں کا سماجی اور ثقافتی طور پر کیا اثر ہوتا ہے۔ ان کا مطالعہ سماجیات کا ایک اہم موضوع ہے۔ کسی بھی بحران سے نپٹنے کے لئے حکومتیں سب سے پہلے ثقافتی اور سماجی طاقتوں کو بروئے کار لاتی ہیں کیونکہ مذہب اور ثقافت جیسے پہچان بن چکے عناصر کو بروئے لاکر بحران کی روک تھام کی جاسکتی ہے۔ دین و ثقافت سماجی ہمبستگی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں اور بحرانی حالات میں سماجی رشتوں کو ٹوٹنے سے بچاتے ہیں کیونکہ مذہب اور ثقافت سے ایک مضبوط ذہنی یقین کی تشکیل ہوتی ہے جس کی وجہ سے درد وآلام میں تسکین ملتی ہے۔

اس وقت زیادہ تر ممالک میں کرونا نے بحرانی کیفیت اختیار کرلی ہے اور ایک بار پھر مغربی دنیا پر

حاکم سکولر انفرادیت اور جدید لبرلیزم اور مشرقی دنیا کی روایتی اور دینی اجتماعیت کے مابین جنگ چھڑ گئی ہے۔ مشرقی دنیا خاص کر ایران نے کرونا کی روک تھام کے سلسلہ میں جو تجربے کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سماجی پہلو، دینی اور روایتی پہلوؤں سے جڑا ہوا ہے اور روایتی و دینی اجتماعیت اپنی تمام اقدار کے ساتھ اس بیماری سے مقابلہ کے لئے میدان میں آ گئی ہے۔ اس موضوع کی اہمیت اور کرونا کی روک تھام میں اس کے مثبت اثرات کا تب پتہ چلتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ایران جیسا ملک جو ایک عرصے سے بین الاقوامی پابندیوں سے دست بہ گریباں ہے، یہاں تک کہ طبّی ساز و سامان درآمد کرنے پر بھی پابندی عائد کر دی گئی ہے، لیکن اس کے باوجود یہ ملک کرونا کو کنٹرول کرنے میں ان ملکوں سے زیادہ کامیاب رہا ہے جہاں علمی اور مادی ترقیوں کا دعوی کیا جا رہا ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ سماجیات اور نفسیات کے عالم نیز طب کے ماہرین کا یہ ماننا ہے کہ بیماریوں کے علاج کے لئے صرف دوا پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ روحانی اور معنوی عناصر بھی اس میں دخیل ہیں اور معنوی صحت کی بنیاد پر ہی جسمانی صحت حاصل ہوتی ہے[1]۔ آج جب کہ اس بیماری کی دہشت انسان کے دل و دماغ پر چھا گئی ہے اور ذہنی طور پر انسان پریشان ہو چکا ہے، وہی ممالک اس بیماری کے کنٹرول میں زیادہ کامیاب ہو سکتے ہیں جنھوں نے ثقافتی اور دینی عناصر کی مدد سے، معنوی صحت کے ذریعہ، جسمانی صحت کی راہ ہموار کی ہے۔ ہر قوم اپنے ثقافتی اور دینی نقطہ نظر سے موت و زندگی کو دیکھتی ہے اور سکون و خوشی بھی عرفانی، دینی اور ثقافتی عناصر سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ دولت و طاقت و علمی اور طبّی آلات سے۔ زندگی کے تئیں معنوی و تہذیبی نقطہ نگاہ رکھنے سے، انسان کے اندر مصیبتوں کو برداشت کرنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔

سماجی اور فردی زندگی میں دین اور ثقافت کا مقام

دین اور ثقافت اور ان دونوں کا آپسی تعلق ، انسان اور خاص کر اس دور کے انسانوں کے لئے ایک اہم مسئلہ ہے۔ سماجیات کے نقطہ نظر سے دین اور ثقافت کا مقولہ سہل ممتنع ہے یعنی اس کے معنا و مفہوم کو سبھی سمجھتے ہیں لیکن ایک جامع و مانع تعریف پیش کرنے سے ہم قاصر ہیں۔ دین آسمانی لائحہ عمل ہے جسے

---

1 ـAnshel,Mark H and Mitchell Smith, The Role of Religious Leaders in Promoting Healthy Habits in Religious Institutions , Journal of Religion and Health, Vol 52, No 1

اللہ تعالی نے انسانوں کی ہدایت اور نجات کے لئے نازل کیا ہے۔ ثقافت کسی معاشرہ کا طرز تفکر ہے جو سماجی افعال میں ظاہر ہوتا ہے اور جس میں عقائد، عادات، اخلاق، آرٹ، حقوق، اقدار وغیرہ شامل ہیں۔[۱] دین اور ثقافت پوری تاریخ میں ہمیشہ ایک دوسرے سے بہت قریب رہے ہیں لیکن آج کے ماڈرن دور میں ایسا نہیں ہے۔ ثقافتی نظام کی پیدائش میں دین کا اہم کردار ہوتا ہے جس سے دینی ثقافت پر مبنی ایک اجتماعی نظام وجود میں آتا ہے۔ دین اور ثقافت کا ایک دوسرے پر اثر پڑتا ہے یعنی دین ثقافت میں اصلاح کرتا ہے اور ثقافت دین کے زمانی و مکانی تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔[۲] ایمان دینی، دینی ثقافت کی تشکیل کرتا ہے اور اس طرح دین و ثقافت ایک واحد شناخت بناتے ہیں جن کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں ہے۔ دینی ثقافت میں انسانی زندگی کے معنوی و مادی سبھی پہلو پائے جاتے ہیں۔

دینی اعتقادات کے تحقق کا سب سے اہم نتیجہ، اخلاق اجتماعی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور یہ تصور کیا جاتا ہے کہ اخلاق دین کا جزء لاینفک ہے۔ دین اسلام حیات بشری کے لئے مکمل لائحہ عمل پیش کرتا ہے اور عقائد، احکام اور اخلاق پر مشتمل ہے لیکن چونکہ عقائد پر یقین اور احکام پر عمل کرنا مقدس اخلاق سے آراستہ ہونے کا ذریعہ ہے لہذا ہمیشہ اخلاق کو دین کا اصلی رکن مانا گیا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ بھی ارشاد فرماتے ہیں انما بعثت لاتم الاخلاق۔ دینی اخلاق، دینی معرفت کا منطقی و معقول نتیجہ ہے۔ دینی نقطہ نظر سے اخلاق، سودوزیان کا تابع نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد بشریت کا تکامل ہے۔

خداوند متعال ایسی حقیقت ہے جو واحد ہے اور اس تک پہنچنے کے لئے سب سے آسان طریقہ وحی کے ذریعہ نازل کئے گئے احکامات کی پیروی ہے اور اسی پیروی سے دین پر یقین رکھنے والے انسان کا اخلاق متعین ہوتا ہے اور شریعت کا دروازہ اس کے لئے وا ہو جاتا ہے۔ وسواس، ریا، شک و تردید، ضعف ارادہ جیسی اخلاقی بیماریاں سیر الی اللہ میں مانع ہیں۔ اخلاق اور انسانی فضائل، ادیان الہی کی سب سے اہم تعالیم میں شامل ہیں۔[۳]

۱۔ کاشفی، محمد رضا، دین و فرہنگ در جامعہ ایران (جلد ۱)، ص ۶۰

۲۔ دیکھئے: براین، دیویس، درآمدی بہ فلسفہ دین،، ترجمہ ملیحہ صابری، مرکز نشر دانشگاہی تہران، ۱۳۸۷ش

۳۔ ہادوی تہرانی، مہدی، مبانی کلامی اجتہاد، ص ۳۹۱-۳۹۲

ماڈرن دنیا اور دین و ثقافت

انسانی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف بحرانوں کے روک تھام میں دین نے اصلی کردار ادا کیا ہے اگرچہ آج کی دنیا میں مغربی جدیدیت کی وجہ سے دین اور دین باوری پر سوال اٹھایا جا رہا ہے اور بہت سے لوگ مغربی جدیدت کی رنگینی پر فریفتہ ہوگئے ہیں۔ ان کی نظر میں اب دین کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ایسا نظریہ جو یہ مانتا ہے کہ علم و ٹکنالوجی کی بلندیوں کو حاصل کر لینے کے بعد انسان دین سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ ان کی نظر میں دین کا تعلق انسان کے ماضی سے ہے جو بہت سی دوسری چیزوں کی طرح اپنے آخری ایام طے کر رہا ہے۔ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ اگرچہ ماضی میں دین نے انسانی تہذیب و ثقافت کی تشکیل میں اہم کردا ادا کیا ہے لیکن اب چونکہ اس کا متبادل فراہم ہو چکا ہے لہٰذا اس کی افادیت ختم ہو گئی ہے اور معاصر دور میں اس کا کوئی کردار نہیں ہے۔[1] دین کے متبادل عناصر کو جانچنے اور پچھلی صدیوں میں زندگی سے دین کو حذف کر دینے سے جو بحران رونما ہوئے، ان کے مطالعہ سے ہم واضح طور پر دین اور اس کے آثار اور دینی ایمان کے نتایج خاص کر کسی مصیبت و بحران کے زمانے اس کے اثرات کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔

مشہور فرانسیسی فلسفی اور ماہر سماجیات اگوست کانٹ نے بشری تاریخ کو تین مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے: الہیاتی دور، مابعد الطبیعیاتی دور اور مثبتیت۔ الہیاتی دور میں انسان تمام طبعی واقعات کو اللہ کی طرف نسبت دیتا تھا۔ اس کے بعد فلسفہ کا دور تھا اور اب بشری عقلانیت کا دور ہے۔ انسان خدا اور فلسفہ کے بغیر بھی ہر بات کی صرف علم کے ذریعہ وضاحت کر سکتا ہے۔ کرونا وائرس کا پھیلنا اور سائنسدانوں اور ڈاکٹروں کا اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اس بات کی علامت ہے کہ انسان علاج کے تمام ماڈرن طریقوں سے ناامید ہو کر ایک بار پھر مابعد الطبیعت میں پناہ لینا چاہتا ہے۔ کرونا وائرس کے بارے میں سائنسدانوں اور ڈاکٹروں کی ضد و نقیض باتوں کو سن کر انسان کی حالت اس بچہ کی سی ہے جسے یہ احساس ہو گیا ہے کہ اس کے والدین اس کی نگہداشت کی صلاحیت کھو چکے ہیں۔ اسے احساس ہوتا ہے کہ اس کی جان کو خطرہ ہے اور اس کے والدین جو اس کے اصلی تکیہ گاہ تھے، اپنے فرائض انجام دینے میں ناکام ہو گئے ہیں۔ انسان اپنے زعم

---

[1] پترسون، مایکل و دیگران، عقل و اعتقاد دینی، ترجمہ احمد نراقی و ابراہیم سلطانی

میں الہیات و فلسفہ کی سست زمین سے آگے نکل کر ماڈرن سائنس کی زمین پر قدم رکھ چکا ہے لیکن اب اسے اچانک احساس ہوتا ہے کہ اس کے پیروں تلے زمین کھسک گئی ہے اور وہ زمین میں دھنسنے والا ہے اور علم و سائنس اسے بچانے میں ناکام ہیں۔

بشری کمزوری جیسے کہ بیماری یا موت کے دوران، دین اور زیادہ اہم کردار ادا کرتا ہے اور دیندار کے درد اور خوف پر مرہم لگاتا ہے لیکن ماڈرن سائنس کے ظہور کے بعد علم و دین میں موازنہ ہونے لگا یہاں تک کہ بعض روشنفکر دینداروں نے اسلام کا علمی پہلو سے دفاع کیا اور مختلف طریقوں سے ثابت کیا کہ دین اور ماڈرن سائنس میں کوئی تضاد نہیں ہے اور علوم جدید کی بہت سی نئی باتوں کو قرآنی آیتوں سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔[۱]

دینی نقطہ نظر سے اللہ تعالی نے انسان کو اپنے قرب کے لئے خلق کیا ہے اور اس مقصد کے حصول کے لئے اسے عقل سے نوازا نیز مختلف زمانوں میں اپنے پیغمبروں کو اس کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ اس کے علاوہ انسان اپنے نفس امارہ سے مسلسل جنگ کر رہا ہے اور یہیں سے پتہ چلتا ہے کہ اسے اختیار دیا گیا ہے۔ فطرت، عقل باطنی اور شریعت، انسان کو سعادت و کمال کی طرف لے جانا چاہتے ہیں اگرچہ نفس امارہ اسے اس کام سے روکتی ہے۔ اس نقطہ نظر کے مطابق انسان ہدایت باطنی و ظاہری کے ذریعہ ساری پریشانیوں اور مشکلات کو برداشت کرتا ہے اور انہیں اپنی معنوی ترقی کا ذریعہ قرار دیتا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ کی ۱۵۵ آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

> وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَ بَشِّرِ الصَّابِرِينَ۔ ترجمہ: اور ہم یقینا تمہیں تھوڑے خوف تھوڑی بھوک اور اموال و نفوس اور ثمرات کی کمی سے آزمائیں گے اور اے پیغمبر آپ ان صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیں۔

اور یہی نوع نگاہ مؤمن انسان کو کبھی بھی ذہنی پریشانی میں مبتلا نہیں ہونے دیتی اور اس کی زندگی میں مایوسی اور ناکامیابی نہیں ہوتی کیونکہ وہ خدا سے لو لگائے ہوئے ہے۔ آج کے دور میں بھی ذہنی

---

[۱] جعفری، محمد تقی، فلسفہ دین، ص ۳۹؛ پترسون و ہمکاران، عقل و اعتقاد دینی، ترجمہ احمد نراقی، ص ۱۸

پریشانیوں اور الجھنوں کے علاج کے لئے دینی اعتقاد اور مذہبی رجحانات کو بہت اہم مانا گیا ہے اور ترقی یافتہ ممالک میں بھی اس پر عملدرآمد ہو رہا ہے۔

ادیان الہی نے فرد اور معاشرہ دونوں کو نظر میں رکھا ہے اور اس کے احکام انسان کے تمام ابعاد پر محیط ہیں لہٰذا اس طرح کے معاشروں میں تمام سماجی تحولات نیز ثقافت، دینی تعالیم سے متاثر ہوتی ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہر ثقافت دینی تعلیمات سے مکمل طور پر ہماہنگ ہے کیونکہ ثقافت مختلف عوامل جیسے کہ سیاست، اخلاق، اقتصاد وغیرہ سے متاثر ہوتی ہے۔

دین کی ماہیت کو ذہن میں رکھتے ہوئے، اس کی افادیت کے دو پہلو کی طرف اشارہ کیا جاسکتا ہے۔ ایک فردی اور دوسری سماجی۔ دین کی فردی افادیت یہ ہے کہ دین انسان کی زندگی میں معنی و مفہوم پیدا کرتا ہے، اسے شناخت عطا کرتا ہے اور پریشانیوں کے مقابلہ میں اسے تسلی و تشفی دیتا ہے۔ دین موت کے بارے میں انسان کے نظرئے کو بدلتا ہے اور اسے زیادہ منطقی بنادیتا ہے۔ سماجی نقطہ نظر سے دین کی افادیت یہ ہے کہ دین سماجی اقدار اور معیار کی تشکیل کرتا ہے اور مختلف طریقوں جیسے کہ مذہبی تقریبات میں لوگوں کی شرکت اور مقدسات کے تئیں احترام کے ذریعہ سماجی ہماہنگی و ہمبستگی پیدا کرتا ہے۔

کرونا جیسی بیماریوں سے مقابلہ کے لئے حفظان صحت کے تعلق سے دین کے احکام بہت اہم ہیں۔ خاص کر دین اسلام جس نے صفائی کو ایمان کا جزو مانا ہے اور جان کی حفاظت کو واجب جانا ہے اور جسمانی صحت، ذہنی صحت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ ہماری تحقیقات یہ بتاتی ہیں کہ دین کا انسانی صحت پر مثبت اثر پڑتا ہے۔ دین انسان میں خود اعتمادی پیدا کرتا ہے اور اسے ایک شناخت عطا کرتا ہے۔ یہ خود اعتمادی انسان میں اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ اللہ تعالی جیسی کوئی طاقت اس کی حفاظت کر رہی ہے۔ کرونا جیسی طبعی آفتیں معاشرہ کے نظم و نسق کو درہم وبرہم کر دیتی ہیں لیکن دینی اخلاق کے ذریعہ معاشرہ کو بچایا جاسکتا ہے۔

کرونا کے کنٹرول میں دینی اداروں کا کردار

ایران ان ملکوں میں شامل ہے جہاں سب سے پہلے کرونا وائرس کی علامتیں ملیں۔ بہت جلد سیاسی اور دینی اداروں میں ہمآہنگی ہوئی اور ایرانی معاشرہ پر حاکم دینی ثقافت نے ایرانی عوام کو اس بات کی طرف

رغبت دلائی کہ وہ خود رضاکارانہ طور پر اور کسی سرکاری اور قانونی دباؤ کے بغیر حفظان صحت کے اصول کا خیال رکھیں اور سماجی دوری کا لحاظ کریں۔

اللہ تعالی کی درگاہ میں دعا و توسل کے علاوہ، ایرانی علما اور دینی اداروں کے عقلانیت پر مبنی رد عمل کی وجہ سے دین اور علم کے مابین وحدت نظر میں اضافہ ہوا اور دینی اداروں اور علمی اداروں میں ہماہنگی کے باعث کرونا جیسی بیماری کی روک تھام کے لئے طبّی ماہرین کی رائے کو سب سے اعلی دینی مقام نے قبول کیا۔ حضرت آیت اللہ خامنہ ای کے حکم سے کرونا وائرس کو روکنے کے لئے ایک قومی کمیٹی بنائی گئی جس میں سرکاری ادارے اور طبّی ماہرین کے علاوہ آیت اللہ اعرافی بھی شامل تھے جو دینی مدارس کاؤنسل کے ڈائرکٹر ہیں۔ اسی کمیٹی کے حکم سے تمام دینی مراکز اور مساجد بند کردئے گئے اور ساری تقریبات پر پابندی لگادی گئی۔ کمیٹی کے اس فیصلہ پر مختلف گروہ اور لوگوں کے مختلف عکس العمل سامنے آئے۔ کچھ لوگوں نے کمیٹی کے اس فیصلہ کا دینی مستندات کے ذریعہ دفاع کیا اور موجودہ حالات میں اسے بہترین فیصلہ بتایا۔ ان کا یہ ماننا تھا کہ اضطرار کی حالت میں روزہ اور حج جیسے واجب فریضہ بھی ساقط ہوجاتے ہیں تو مستحب اعمال کو بھی نظر انداز کیا جاسکتا ہے۔ مرحوم سید کاظم یزدی صاحب کتاب عروۃ الوثقی کا یہ قول ہے کہ اگر وضو اور غسل بدن کے لئے نقصان دہ ہے تو وہ نہ صرف واجب نہیں ہے بلکہ باطل بھی ہے۔[1]

مختصر سے ایک گروہ نے کمیٹی کے اس فیصلہ کی مخالفت کی اور بعض نے اسے دین کی بی حرمتی بتایا۔ بعض مراجع عظام جیسے آیات عظام مکارم شیرازی، وحید خراسانی اور شبیری زنجانی نے اپنے مقلدین کے استفتا کے جواب میں درمیانی راستہ اختیار کیا اور تاکید کی کہ حفظان صحت کے اصولوں نیز طبّی ہدایتوں پر عملدرآمد کرنے کے ساتھ ساتھ دعا و توسل بھی کریں۔

بیماریوں کی روک تھام کے لئے قرنطینہ کرنے کی روایت بہت پرانی ہے اور پیغمبر اسلامؐ سے اس بارے میں کچھ روایتیں بھی نقل ہوئی ہیں۔[2] ابو علی سینا نے ہزار سال پہلے اس طرح کی بیماریوں کے لئے

---

[1] یزدی، سید محمد کاظم، سوال و جواب: استفتائات و آراء فقیہ سید محمد کاظم یزدی

[2] بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے: إذَا سمِعْتُمْ الطَّاعُونَ بِأَرْضٍ، فَلاَ تَدْخُلُوهَا، وَإذَا وقَعَ بِأَرْضٍ، وَأَنْتُمْ فِيهَا، فَلاَ تَخْرُجُوا مِنْهَا۔ جب تم سنو کہ کہیں طاعون آیا ہے تو وہاں نہ جاؤ اور اگر ایسی جگہ طاعون آئے جہاں تم ہو، تو تم اس جگہ سے باہر نہ نکلو۔

قرنطینہ تجویز کیا ہے۔ امام خمینی نے بھی اگر نقصان کا خوف ہو تو طبیب کے حکم ماننے کو واجب جانا ہے۔[1]

آیت اللہ سیستانی نے بھی موجودہ حالات کے پیش نظر مساجد بند ہونے کے بارے میں کئے گئے استفتاء کے جواب فرمایا کہ اگر کہیں کرونا وائرس روکنے کے لئے مذہبی تقریبات پر پابندی لگائی گئی ہے تو اس پابندی پر سختی سے عمل کرنا چاہئے۔ قم کے دوسرے عظیم مراجع کرام جیسے آیت اللہ مکارم شیرازی، نوری ہمدانی، سبحانی و شبیری زنجانی نے بھی اپنے فتوؤں میں لوگوں سے درخواست کی ہے کہ حفظان صحت کے اصولوں پر سختی سے عمل کریں۔ بعض مراجع نے سماجی دوری نہ بنانے اور وائرس کو جان بوجھ کر پھیلانے کو حرام قرار دیا ہے۔

اس بیماری کے دوران مسجد کی افادیت کے مختلف پہلوؤں پر بھی گفتگو ہوئی کیونکہ مسجد عام طور پر نماز جماعت اور مذہبی تقریبات کے لئے ہوتی ہے لیکن مسجد کے لئے دینی، ثقافتی، سماجی اور اقتصادی میدانوں میں چالیس سے زائد فوائد متصور ہیں۔ دینی تقریبات کی منسوخی کے بعد ایران کے دینی اداروں نے سوشل میڈیا کے ذریعہ اس معنوی کمی کو پوری کرنے کی کوشش کی۔ تھوڑے سے لوگوں کے ساتھ نماز جماعت برپا کرنا اور سوشل میڈیا پر اسے دیکھانا اسی طرح سوشل میڈیا پر مذہبی تقریروں اور دعا اور قرآنی مسابقات کا اہتمام کرنا وغیرہ ایسی کچھ سرگرمیاں ہیں جنہیں قرنطینہ کے دوران انجام دیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ مسجد کا اصل مقصد دینی اور معنوی خدمات ہے لیکن بحرانی حالات میں مسجد میں دوسرے ایسے عام المنفعہ کام انجام دئے جاسکتے ہیں جو ظاہری طور پر مسجد کے فرائض میں نہیں ہیں۔ ایران کی قریب ۸۰ ہزار مساجد نے کرونا بحران کے دور میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ حفظان صحت کے تعلق سے ماسک، دستانا اور دوسرے ساز و سامان تیار کرنا اور انہیں گھر گھر تقسیم کرنا یا طبّی عملہ کا مسجد میں مستقر ہونا جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کی جانچ ہوئی، مسجد کی افادیت کا ایک نمونہ ہے۔ اس طرح سے رضاکارانہ طور پر لوگوں نے سرکاری عملہ کی مدد کی۔ ولی فقیہ کے حکم سے مواسات و مؤمنانہ امداد کمیٹی بنائی گئی جس کے ذریعہ ضرورتمندوں کے لئے عوامی امداد جمع کی گئی۔ یہاں پر ہم نے دیکھا کہ مسجد کا سب سے اہم مقصد یعنی عوام کو ذہنی سکون پہچانا کس طرح پورا ہو رہا ہے۔ اس طرح مسجد کے تئیں لوگوں کا بھروسہ بھی بڑھ جاتا ہے۔

---

[1] صحیفہ امام (جلد ۲۰)

دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہم نے دیکھا کہ بہت سے علما اور متدین افراد نے رضاکارانہ طور پر مختلف اسپتالوں میں خدمات انجام دیں اور طبّی عملہ کی مدد، صفائی، بیماروں کو غذا دینا اور دوسرے امور کو انجام دیا۔ اس کے علاوہ ان لوگوں نے محلّہ کے جوانوں کے ساتھ مل کر اپنے اپنے محلے اور سڑکوں کی صفائی کی۔ کرونا کی وجہ سے مرنے والوں کو غسل دینا اور کفن کرنا، تلقین اور تدفین وغیرہ میں علما اور متدین افراد پیش پیش تھے۔

دینی پہلو کے علاوہ ثقافتی پہلو نے بھی ایران میں کرونا کی بیماری کو روکنے میں کافی حد تک مدد کی ہے۔ موجودہ دور کی ایرانی ثقافت ایک ہزار سال کے عرصہ میں تکمیل کے مراحل طے کئے ہیں جو ایرانی ثقافت کے اسلامی پہلو کو ظاہر کرتی ہے اور یہ ثقافت اسلام کو اپنی شناخت کے طور پر مانتی ہے۔ ایرانی قوم نے خطروں سے خوفزدہ ہونے کے بجائے ہمیشہ اس سے کچھ سیکھا ہے اور مایوس ہونے کے بجائے، اپنی عقلانیت و منطق کی بدولت اسے اپنی ترقی کا پیش خیمہ بنایا ہے۔ اس کی مثال ایران پر عربوں کے حملہ کے وقت دیکھی جاسکتی ہے جب ایرانیوں نے اسلام قبول کیا اور اسلامی تہذیب کی بنیاد رکھی۔ اسی طرح ایران پر مغول کے حملے کے بعد عرفان و تصوف اور فارسی ادب کے سنہرے دور کا آغاز ہوا اور انہوں نے وحشی مغولوں کی تربیت کرکے انہیں اسلام کا مبلغ بنادیا۔

اسلامی ایرانی ثقافت نے ایرانی قوم کے اندر خوداعتمادی پیدا کردی جس کی وجہ سے وہ دشمنوں کے مظالم کے سامنے ڈٹے رہے اور بین الاقوامی پابندیوں کے باوجود متحد ہوکر ملکی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے، کروناوائرس کو روکنے کے لئے کئی مفید قدم اٹھائے۔ ایران نے نہ صرف بہت مختصر عرصہ میں اس بیماری سے لڑنے کے لئے سازوسامان تیار کرلیا بلکہ برآمد بھی کرنے لگا جب کہ اسی زمانہ میں بین الاقوامی برادری کو نظرانداز کرتے ہوئے امریکا ایران کے خلاف پابندیوں پر سختی سے عملدرآمد کرتا رہا۔

سوشل میڈیا پر ایرانی مبلغین، ہنرمند، صحافی اور دوسرے لوگ اپنے پوسٹ اپلوڈ کرتے رہے جس سے قرنطینہ کے دوران گھر میں رہنا آسان ہوگیا۔ ایرانیوں نے کروناوائرس کو اپنے طنزومزاح کا نشانہ بنایا۔ طنزومزاح ایرانی ثقافت میں ہمیشہ درد و غم کو کم کرنے کا ایک اہم ذریعہ رہا ہے۔ اگرچہ فارسی ادب میں بھی ایرج میرزا، فرخی یزدی، بہار، میرزادہ عشقی اور ابوالقاسم حالت جیسے طنزپرداز شاعر موجود تھے لیکن عام ایرانی بھی اپنی گفتگو میں طنز کرتا ہے اور یہ طنز ایرانی قوم کی فطرت میں شامل ہے۔

کرونا وائرس کے بحران کے زمانے میں ایرانی محققین نے طبّی میدان میں کافی نمایاں خدمات انجام دیں اور بہت سے نئے طریقے علاج کے دریافت کئے جیسے پلازما، کرونا کی تشخیص کے لئے کٹ وغیرہ۔ یہ خبریں اسی زمانے کی ہیں جب دوسرے ملکوں سے طبّی ساز و سامان کے چوری ہونے کی خبریں آ رہی تھیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ اخلاقی و مذہبی اقدار ہی ہیں جو کسی بھی قوم کو ایسے فراگیر سماجی بحران سے نجات دلا سکتے ہیں اور اب تک یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ مشرقی ممالک کے مذہبی اور روحانی مزاج عوام نے، مغرب کے ملحدانہ اور مادیت زدہ اقوام کے مقابل کرونا جیسی وبا سے لڑنے میں زیادہ استقامت دکھایا ہے یا شاید یہ عالمی سطح پر بہت بڑی مذہبی الٹ پھیر کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

منابع و مآخذ

- ❖ پترسون، مایکل و دیگران، عقل و اعتقاد دینی، ترجمہ احمد نراقی و ابراہیم سلطانی، طرح نو، تہران، ۱۳۷۶ش
- ❖ مک نیئو، دونالد، روان شناسی استرس، ترجمہ عباس چینی، سروش، تہران، ۱۳۶۷ شمسی
- ❖ مک کواری، جان، تفکر دینی در قرن بیستم، ترجمہ بہزاد سالکی، امیر کبیر، تہران، ۱۳۷۸ شمسی
- ❖ مطہری، مرتضی، آشنائی با علوم اسلامی، صدرا، تہران، ۱۳۶۸ شمسی
- ❖ جعفری، محمد تقی، فلسفہ دین، پژوہشگاہ فرہنگ و اندیشہ اسلامی، تہران، ۱۳۹۴
- ❖ جوادی آملی، عبداللہ، شریعت در آیینہ معرفت، مرکز نشر فرہنگی رجاء، تہران، ۱۳۷۳
- ❖ سبحانی، جعفر، نقش دین در پرورش فضائل اخلاقی، مجلّہ ی کلام اسلامی، شمارہ ۳۱
- ❖ کتابی و دیگران، دین، سرمایہ اجتماعی و توسعہ اجتماعی فرہنگی، مجلّہ پژوہشی دانشگاہ اصفہان، جلد ۱۷، ش ۲، ۱۳۸۳
- ❖ یزدی، سید محمد کاظم، سؤال و جواب: استفتائات و آراء فقیہ کبیر سید محمد کاظم یزدی، با تحقیق محمود مدنی بجستانی و حسن وحدتی شبیری، مرکز نشر علوم اسلامی تہران، ۱۳۸۹ش
- ❖ براین، دیویس، درآمدی بہ فلسفہ دین، ترجمہ ملیحہ صابری، مرکز نشر دانشگاہی، تہران، ۱۳۷۸
- ❖ بیہقی، احمد بن حسین، السنن الکبری، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۴ق
- ❖ ہادوی تہرانی، مہدی، ولایت و دیانت، باور ہا و پرسشہا، قم، ۱۳۸۹

- Anshel, Mark, H and Mitchell Smith, The Role of Religious Leaders in Promoting Healthy Habits in Religious Institutions”, Journal of Religion and Health, Vol. 52, No. 1, 2013
- Carl G.Yuny, Modern Man in Search of a Soul,Houghton miffing Harconry publishing, 1935